فون نمبر: ۵۴۴۰۶

جلد ۳۸ — جمعۃ المبارک ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ — ۳۱ جنوری ۱۹۸۶ء — شمارہ ۵


## مندرجات



بدلِ اشتراک: سالانہ ۵۰ روپے
فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ
ممالک غیر سے ۲۰ پونڈ

کشمینا
اون
کشمینا اون جیسی کوئی اون نہیں
حاجی محمد ابراہیم اینڈ سنز
۶۲- شاہ عالم مارکیٹ، لاہور
فون ۳۲۴۱۹۰-۳۲۴۶۸۲-۶۶۱۳۵

فون دفتر الاعتصام
۵۴۴۰۶
جلد — ۳۸
شمارہ — ۵


مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (رہائش)
فون - ۶۲۴۷۶
۱۹- جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
۳۱ جنوری ۱۹۸۶ء


# رشوت ظلم و استحصال کی صورت اختیار کر گئی ہے

ملکِ عزیز میں رشوت کی گرم بازاری قیامِ پاکستان سے پہلے بھی اگرچہ کم نہ تھی مگر اُس وقت انگریز کی حکومت کے باعث اس میں اخفاء کا پہلو موجود تھا۔ رشوت لینے اور دینے والے خفیہ ہاتھوں سے یہ کام انجام دیتے تھے مگر جیسے ہی پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ رشوت کا بازار پوری شدت سے گرم ہو گیا، بلکہ اب تو اس میں سے شعلے بلند ہونے لگے ہیں۔ حکومت کا شاید ہی کوئی محکمہ ہو جس میں یہ سلسلہ قائم نہ ہو۔ جیسے جیسے حکومت کے مقتدرین کی طرف سے رشوت بند کرنے کے دعوے اخبارات کی زینت بنتے ہیں ویسے ہی رشوت کے نرخ چڑھتے جاتے ہیں۔ حاکم جتنا زیادہ مستبد اور سخت گیر مشہور ہو۔ اتنا ہی متعلقہ محکمے میں رشوت کا نرخ اُونچا ہو جاتا ہے۔ اس کے مصاحبین اور زیریں عملہ سائلوں کو افسر کی سختی سے خوف زدہ کرتا ہے اور کیسوں کی فائلوں میں زیادہ سست رفتاری واقع ہو جاتی ہے۔ لوگ افسر سے براہِ راست مل نہیں سکتے اس لئے ماتحت عملہ کے رحم و کرم پر رشوت دینے پر مجبور ہوتے ہیں اور ان کو منہ مانگے دام دینے پڑتے ہیں۔ اس میں کوئی خفیہ اہتمام کی ضرورت بھی نہیں ہوتی بلکہ ہر کیس کے لئے کھلے بندوں بھاؤ نپٹایا جاتا ہے۔

سرکاری دفاتر سے ہٹ کر سکول، کالج، ہسپتال اور بعض دوسرے رفاہی ادارے ہیں جن میں رشوت کا بظاہر کوئی پہلو دکھائی نہیں دیتا —— مگر یار لوگوں نے اس کے لئے راہیں تلاش کر لی ہیں اور سکولوں اور کالجوں میں پہلے تو بچوں کے داخلے کے سلسلے میں خاص رقمیں رشوت کی نذر ہو جاتی ہیں اور پھر خصوصاً سکولوں میں اساتذہ طلباء کے لئے ٹیوشن کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور اس کو تعلیم کا ایک جزو بنا لیا گیا ہے جو بچہ متعلقہ ٹیچر کی بجائے باہر ٹیوشن کا انتظام کر لے اس کو امتحانوں میں اس "نافرمانی" کی سزا دی جاتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی رشوت ہی کا ایک حصہ ہے۔ ہسپتالوں میں مریضوں کے گرد گھومنے والے (نہیں بلکہ وارڈوں میں مٹر گشت کرنے والے) ملازم ہر مریض کے لواحقین سے بغیر کچھ لئے نہ پیشاب پاخانے کا اہتمام کرتے ہیں نہ اس کی دیگر ضروریات میں تعاون کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کے فرائضِ منصبی میں شامل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر لوگ اپنے ملازمین کی کسی کوتاہی کا نوٹس نہیں لیتے بلکہ ان کی اکثر حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مریض درد سے کراہ رہا ہے مگر وہ کچھ نہیں سنتے۔ جب تک ان کی مٹھی گرم نہ کی جائے۔ ہمارے خیال میں ظلم و استحصال کی یہ بدترین صورت ہے جو اس وقت ہمارے ہسپتالوں میں رائج ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ رشوت کو بند کرنے کے دعوے، یا

اس کے لئے بنائے گئے قوانین کسی طور مؤثر نہیں ہو سکتے۔ جب تک متعلقہ دفاتر اور اداروں کے سربراہ خود خوفِ خدا کے احساس سے عاری ہیں۔ اس قسم کی تمام اخلاقی برائیوں کے انسداد کے لئے پوری قوم میں خوفِ خدا کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ جسے اسلام نے اولیت دی ہے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے جس سے اس وقت پاکستانی قوم مبرا ہے۔ کچہریوں میں انصاف بھی رشوت ہی کے بل بوتے پر خریدا جاتا ہے۔!!

رشوت لینے والوں کی طرح رشوت دینے والے اب ان سے بھی زیادہ دلیر ہو چکے ہیں۔ کاروباری لوگ اسی لئے غلط حسابات پیش کر کے ٹیکس کی بڑی رقم سے بچ جاتے ہیں۔ ٹھیکیدار بدترین مال کے بدلے بڑے بڑے چیک رشوت ہی کے بل بوتے پر وصول کرتے ہیں۔ سرکاری تعمیرات میں کروڑوں روپیہ سرکاری خزانے سے سرکاری ملازمین کی جیبوں میں چلا جاتا ہے۔ حسابات کی کتابوں میں رشوت کا نام "تواضع" اور "مہمان نوازی" (Refreshment/Entertainment) میں بدل دیا گیا ہے۔ اس کی تہ میں کتنا ہی روپیہ کھپا دیا جائے ٹیکس آفیسر اسے تسلیم کرتے ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں!!

اسلام کا نام لینے والی حکومت اور اسلام اور ایمان کے نام پر جلوس نکالنے، نعرہ لگانے اور لڑ مرنے والے عوام جب ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی دہائی دیتے نہیں تھکتے اس کے اسی فرمان کو کیوں بھولے ہوئے ہیں۔ "الراشی والمرتشی فی النار"

مکتوب ہند

# پاکستان سے جانے کے بعد مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ کا مکتوبِ گرامی

مکرمی و محترمی جناب حافظ احمد شاکر صاحب حفظہ اللہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بحمد اللہ پورا سفر بخیریت گذار کر ۱۰ دسمبر کو عشاء کے وقت اپنے مستقر پر آپہنچا۔ آپ حضرات نے اس خاکسار کی جس قدر عزت افزائی کی وہ لوحِ قلب پر انشاءاللہ ہمیشہ نقش رہے گی۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ جن کے ذریعہ شکریے کا حق ادا کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اس محبت اور خلوص کی بہترین جزا دے۔

یہاں پہنچنے پر بزرگوں نے یاد دلایا کہ کچھ ضروریات رہ گئیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا داؤد غزنوی اور ان جیسے بزرگوں کی تقریروں کے ٹیپ سننے کے لوگ شائق ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا کی ضرورت بھی بڑی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ اگر مولوی مستقیم صاحب کی روانگی سے پہلے میرا یہ خط پہنچ جائے تو اتنی زحمت مزید گوارہ فرمائیں گے کہ یہ چیزیں انہیں جامعہ کے لئے فراہم کر دیں گے خواہ قیمتاً ہی کیوں نہ ملے۔

میری طرف سے جملہ بزرگوں اور احباب کو سلام عرض کریں۔ خصوصاً مولانا محترم مدظلہ کو۔ اللہ انہیں صحت بخشے اور تشنگانِ علم کے استفادے کا ذریعہ بنائے۔ مولانا محمد سلیمان انصاری کا بھی بے حد شکر گزار اور اپنی کم مائیگی اور موصوف کی عنایات پر شرمسار ہوں۔ موصوف کو خصوصاً میرا سلام اور شکریہ پہنچا دیں۔ جناب علیم ناصری صاحب کی مصاحبت و رفاقت اور سرپرستانہ محبت کے ایک ایک نقش میرے سامنے ہیں۔ اور ان کا سرمایہ خلوص منظوم یادگار سفر اور پھر حافظ صلاح الدین یوسف صاحب تو گویا ابتداء سے اپنے ہم سفر رہے ہوں۔ موصوف سے جو انس غائبانہ تھا ملاقات نے اسے دو چند بلکہ "کئی چند" کر دیا۔ ان سب بزرگوں اور رفیقوں سے بہت بہت سلام عرض ہے اور ان کی عنایات کا بے حد شکریہ بھی۔ شاید مولانا عطاء اللہ ثاقب سے ملاقات مشکل ہو۔ فون پر میرا سلام اور شکریہ پہنچا دیں۔ عزیزان گرامی قدر حماد، عباد، اخلاد وغیرہم سلمہم اللہ کو بھی سلام و دعا۔ اللہ ان سب کو آپ کے لئے راحتِ جان و قرۃ العین بنائے اور مولانا کا خلف صدق بنائے۔

دیگر حالات بحمد اللہ اچھے ہیں۔ کل سے تعلیم شروع ہو جائے گی۔ بچے سب بخیریت ہیں۔

والسلام
صفی الرحمٰن المبارکفوری
۱۳ دسمبر ۸۵ء یوم الجمعہ
الجامعۃ السلفیہ بنارس۔ ہند

التفسیر والتعبیر

—۲۱—

# تفسیر سُورَۃ البَقَرَۃ

وَاِذْ قُلْنَا[1] لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا[2] لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ[3] ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

"اور وہ (وقت یاد کرو!) جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، اس نے (جھنجھلا کر) انکار کیا اور اتر آیا، وہ منکرین میں سے تھا"

---

[1] وَاِذْ قُلْنَا: اور جب ہم نے کہا: یہ بات کہ سجدے کا اللہ تعالےٰ نے فرشتوں سے کب کہا، تخلیق سے پہلے جیسا کہ امام رازیؒ کا خیال ہے یا تعلیم اسماء کے بعد؟ جیسا کہ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں۔ ہمارے نزدیک پہلا قول صحیح ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (پ۱۴ ۔ الحجر ع ۳) "سو جب میں اسے پورا بناؤں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر جانا"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ نے فرشتوں سے جب بطور خلیفہ حضرت آدم کی تخلیق کے پروگرام کا ذکر فرمایا تھا تو اسی وقت اس کا بھی حکم دے دیا تھا۔ یہ بات اس امر کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر مشورہ لینے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ان کو اپنے اگلے پروگرام سے آگاہ کرنے کے لئے کیا تھا کیونکہ اس پروگرام سے ان کو بھی پالا پڑنا تھا۔

[2] اُسْجُدُوْا: سجدہ کرو: یہاں سجدہ سے مراد سلام تعظیمی ہے (کما قال ابو عمرو۔ ثناء اللہ امرتسری) یا سجدہ تعظیمی (کما قال المحققون) صحیح دوسرا قول ہے، یہ پہلی امتوں میں جائز رہا ہے۔ اب منسوخ ہو گیا ہے۔

اس سجدۂ تعظیمی سے غرض تکریم آدم اور اس کے مصالح کے سلسلے کی خدمات کی بجا آوری ہے۔ لیکن یہ سجدہ ان کے مناسب حال ہے، کیونکہ وہ نورانی مخلوق ہے۔ ان کے سجدے کی کیفیت وہ نہیں ہو سکتی جو انسانوں کے سجدے کی ہے بلکہ یہ سجدہ اس انداز کا ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے ایسی مخلوق کے لئے حق تعالےٰ نے تشخیص فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (النحل: ۴۹) "اور آسمانوں اور زمین میں جتنی اور جیسی کچھ چیزیں ہیں، جاندار اور فرشتے (بھی) سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے"

اس سے پہلے فرمایا:۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝ (ایضاً) "کیا انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز دیکھی نہیں (غور نہیں کیا) کہ دائیں بائیں عاجزی سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ان کے سائے ڈھلتے ہیں۔"

کہیں فرمایا: وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ "ستارے اور شجر سجدہ کرتے ہیں"

تخلیقِ آدم کے پروگرام کے وقت جو مخلوق مکلف تھی وہ فرشتے اور جن تھے، ان دونوں میں سے عند اللہ اہم مقام فرشتوں کا تھا، گویا کہ ارضی اور آسمانی مخلوق میں جو سرکاری انتظامیہ کہلاتی تھی یا خدا کے خاص مقرب تو وہ فرشتے تھے، ان کو خطاب کر کے یہ ظاہر فرما دیا کہ ماسوی اللہ جو کچھ ہے وہ انسان کے لئے ہے، ان کی فطرت ایسی بنا دی ہے کہ انسان سے سرتابی ان کے لئے ممکن ہی نہیں ہو گی۔ سرتابی کی پوزیشن میں صرف جن تھے یا فرشتے ہو سکتے تھے۔ فرشتوں کے متعلق تو یہ اعلان کر دیا کہ اللہ کی مرضی کے خلاف ان کا جانا۔ ان کی سرشت کے منافی ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے جب فرشتوں سے سجدے کے لئے کہا تو باقی مخلوق اس کے ذیل

میں خود بخود آگئی، چنانچہ ان میں سے جس نے انکار کر دیا اس کا اللہ نے اظہار فرما دیا۔ اور جن کے سلسلے میں خاموشی اختیار فرمائی، ان کے بارے میں یہ تصور کر لیا گیا کہ انہوں نے بھی حضرت انسان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انسان زمین و آسمان میں جہاں اور جس جس چیز پر کمندیں ڈالتا ہے وہ اس کے سامنے آنکھیں بچھاتی چلی جا رہی ہے۔ اس سے وہ انحراف کرے، اس کو اس کی توفیق ہی نہیں دی گئی۔

خلاصہ یہ کہ جو مخلوق زبان رکھتی ہے اس سے تو زبانی عہد لیا اور جو بے زبان تھی، اس کی زبانِ حال سے اعلان کرایا یعنی جو زبانِ حال سے کہہ رہی ہے۔ اللھم لبیک وسعدیک۔

اس کے بعد یہ سوالات خود بخود حل ہو جاتے ہیں کہ جن بھی اس حکم میں شامل تھے یا نہیں، اور اس نکتے کو حل کرنے کے لئے بھی ان کو یہ بحث کرنا پڑی کہ جن فرشتوں میں سے ہے یا یہ الگ کوئی مخلوق ہے؟ جو بھی کچھ تھا، خطاب الٰہی کا مخاطب وہ بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ دوسری ہر چیز مخاطب تھی۔ چونکہ اس نے سرتابی کی تھی اس کا ڈھنڈورا پٹ گیا۔ دوسری ہر مخلوق نے زبانِ حال سے "لبیک" کہہ کر اطاعت کا ثبوت دے دیا تھا۔ اس لئے ان سے شکوہ کی نوبت ہی نہیں آئی۔

خلیفہ کی اصطلاح خود اس امر کی غماز ہے کہ ارض و سماء کے اس کارخانہ میں جو کچھ ہے وہ سب حضرت انسان سے متعلق ہے، انسان کے شب و روز کے اقدام کے ساتھ اس کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ اور سخر لکم ما فی السموت و ما فی الارض جمیعا کا راز منکشف ہو کر انعام کا اتمام ہوتا نظر آ رہا ہے اور اس نوید کے بعد وہ وقت بھی ہر شخص کا قریب ہے جب اس سے کہا جائے گا کہ یہ سب تیرے لئے بنایا تھا اور تجھے صرف اپنی غلامی کے لئے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون لینے پر آئے تو تم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جب دینے کی گھڑی آئی تو تم نے اس کا کتنا اور کیسا حق ادا کیا؟ سوچ کر اس کا حساب دیجئے۔ بس اب دفترِ عمل پیش کیجئے۔!

۳۔ اِلَّآ اِبْلِیْسَ: مگر ابلیس: امام راغب لکھتے ہیں، کہ الابلاس کے معنے سخت ناامیدی کے باعث غمگین ہونے کے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ ابلیس (بھی) اسی سے مشتق ہے۔ دیکھئے! سجدہ کے ذکر میں صرف فرشتوں کا ذکر ہے شیطان کا نہیں ہے لیکن عدمِ تعمیل میں "ابلیس" کا ذکر آ گیا ہے۔ اصل بات وہی ہے جس کا اوپر کی سطور میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ اس کارخانہ ہست و بود میں جو کچھ ہے وہ سب "اسجدوا" کے مخاطب تھے اس لیے یہ استثناء منقطع نہیں، متصل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اساتذہ کو اس سے اختلاف ہو، تاہم میری سمجھ میں یہی آیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ من الکفرین: منکروں میں سے: یعنی فطرۃً وہ طاعت کیش نہیں تھا۔ اس لیے خدا کے سامنے بھی نہیں شرمایا بلکہ فرمایا: آپ یعنی سختی سے انکار کر دیا۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا۔ کیونکہ وہ سراپا اطاعت کیش ہیں۔ انکار سے بری ہیں۔ کان من الجن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جن کو فرشتہ کی نوع کہنا تکلف سے خالی نہیں ہے۔

احکام و مسائل

مولانا سعید مجتبیٰ السعیدی۔ فاضل مدینہ یونیورسٹی۔ لاہور

# فوجی دورانِ مشق، ہر جگہ جمعہ کا اہتمام کر سکتے ہیں

**سوال** ایک مسئلہ درپیش ہے، ہمارا تعلق آرمی سے ہے، کیونکہ جب ہم چھاؤنی سے باہر ایکسرسائز پر جاتے ہیں (یعنی فوجی مشق پر) تو پہلے ہم ایکسرسائز پر نمازِ جمعہ با جماعت ادا کرتے تھے مگر اب ہمارے پیش امام نے کہا ہے کہ باہر نمازِ جمعہ نہیں ہوتی۔ بلکہ نمازِ ظہر ادا کریں۔

(۲) دورانِ جنگ نمازِ جمعہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

اگر نہیں ہو سکتی تو کیا وجہ ہے۔ اگر ہو سکتی ہے تو وہ بھی ازراہِ کرم لکھ کر بتائیں۔ جب ہمارے ہاں باقی آرمی میں نمازِ جمعہ اب بھی ادا ہوتی ہے جب کہ ہمارے بعض دوست کہتے ہیں کہ بصورتِ دیگر نماز قصرادا کرنی چاہیئے۔ (سائل۔ وی ایم محمد صدیق کھاریاں کینٹ ۵۷/۲۰۷ فیلڈ رجمنٹ آرٹلری ایکس بلاک کھاریاں)

**جواب** آپ حضرات فوجی مشق یا کسی بھی کام کے لئے جہاں جائیں وہیں جمعہ ادا کر سکتے ہیں کیونکہ ادائیگی جمعہ کی خاطر شہر کا ہونا یا مستقل قیام گاہ ہونا یا نمازیوں کی کسی خاص تعداد کا شرط ہونا کسی حدیث میں صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں اور اس کے بعد قرون مشہود لھا بالخیر میں بھی چھوٹی چھوٹی بستیوں میں اور نمازیوں کی معمولی تعداد کے باوجود نمازِ جمعہ کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ عن ابن عباس قال اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِی مسجدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجدِ عبدِ القیسِ بجواثی من البحرین (صحیح بخاری ۱/۱۲۲، باب الجمعۃ فی القری والمدن) (سنن ابی داؤد باب الجمعۃ فی القریٰ) (صحیح ابن خزیمۃ ۳/۱۱۳) (سنن بیہقی ۳/۱۷۶)

" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین کی جواثی نامی بستی میں قبیلہ عبد القیس کی مسجد میں ادا کیا گیا" اسی سے امام بخاری، امام ابوداؤد وغیرہ اہل علم نے بستیوں میں نمازِ جمعہ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

۲۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ذی شان ہے کہ تم جہاں بھی ہو، نمازِ جمعہ کا اہتمام کیا کرو۔

عن ابی ھریرۃ انہ کتب الی عمر یسألہ عن الجمعۃ بالبحرین ۔ وکان عاملہ علیھا ۔ فکتب الیہ عمر: جَمِّعُوْا حَیْثُ کُنْتُمْ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۱۰۱-۱۰۲) فتح الباری میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام ابن خزیمہؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

" حضرت ابوہریرہؓ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرین کے عامل (گورنر) تھے۔ انہوں نے امیر المومنین کو بحرین میں جمعہ کے بارہ میں لکھا تو حضرت عمرؓ نے جواباً فرمایا: تم لوگ جہاں بھی ہو، نمازِ جمعہ کا اہتمام کیا کرو"

۳۔ حضرت عطاء تابعیؒ کا قول ہے کہ جب تم کسی بڑی بستی میں ہو اور جمعہ کے روز اذان ہو جائے۔ اذان سنائی دے یا نہ تم پر جمعہ کے لئے حاضر ہونا لازم ہے (صحیح بخاری۔ کتاب الاذان)

۴۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عدی بن عدی کو لکھا کہ جس بستی کے لوگ مستقل رہائشی ہوں (خانہ بدوش نہ ہوں) ان پر

ایک امیر مقرر کردو۔ جو انہیں جمعہ پڑھائے (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۱۰۲)

۵۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کان اصحاب محمد فی ھذہ المیاہ بین مکۃ والمدینۃ یجمّعون (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۱۰۲) "کہ صحابہ کرامؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی کے مقامات پر جمعہ کا اہتمام کیا کرتے تھے"

پس ان تمام آثار سے واضح ہو گیا کہ جمعہ کی ادائیگی کے لئے کسی بڑے شہر یا بڑی آبادی کا ہونا ضروری نہیں۔

۶۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میرے ابا جان جب نابینا ہو گئے تو میں انہیں جہاں جانا ہوتا لے جایا کرتا تھا۔ جمعہ کے روز جب میں ان کے ساتھ نکلتا تو اذان سُن کر آپ ابو امامہ اسعد بن زرارہ کے لئے دعائیں کرتے۔ کئی بار ایسا ہوا۔ آخر میں نے ایک بار پوچھ ہی لیا کہ آپ جمعہ کے روز اذان سُن کر اسعد بن زرارہ کے لئے دعائیں کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا بیٹا! آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری سے قبل نقیع الخضمات (مدینہ منورہ کے نواح میں ایک بستی کا نام ہے) کے مقام پر ہمیں سب سے پہلے انہوں نے جمعہ پڑھایا تھا۔ میں نے پوچھا ان دنوں آپ لوگوں کی تعداد کیا تھی؟ فرمایا۔ چالیس ـــ (سنن ابی داؤد باب الجمعۃ فی القریٰ) (سنن ابن ماجہ باب فرض الجمعہ) اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ صحت جمعہ کے لیے کم از کم چالیس نمازی ہونے چاہئیں۔ مگر یہ ان کا صرف مغالطہ ہے کیونکہ اس میں تو صرف امر واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ چالیس کے عدد کو شرط قرار نہیں دیا گیا)

۷۔ بلکہ احادیث میں یہ بیان بھی آیا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آ پہنچا۔ صحابہ کرام کی اکثریت نے جمعہ کی پرواہ نہ کی۔ اور جلدی سے قافلے کی طرف چلے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے۔ جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے (صحیح مسلم ۱/۲۸۴)

حدیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ وہ لوگ واپس آ گئے تھے۔ صرف بارہ آدمیوں کے ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحت و ادائیگی جمعہ کے لئے دس بارہ آدمیوں کا ہونا بھی کافی ہے۔

۸۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کا بھی اس پر عمل رہا۔ اور وہ لوگ بھی انتہائی قلیل تعداد کے باوجود نماز جمعہ کا اہتمام کرتے رہے۔ چنانچہ احناف کی مشہور کتاب منیۃ المصلی کی شرح کبیری صفحہ ۵۱۲ پر المحلی لابن حزم کے حوالے سے ہے کہ ربذہ مقام پر امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک غلام امیر تھے۔ حضرت ابوذر اور دیگر دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس غلام امیر کے پیچھے جمعہ اور دیگر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جہاں بھی چند مسلمان ہوں۔ اور خطبہ کا انتظام ہو سکتا ہو تو وہاں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں اور کرنا چاہیئے اس کے لئے کسی بڑے شہر یا بڑی آبادی کی کوئی شرط نہیں

(۳) دوران جنگ جس طرح کی صورت حال ہو گی اس کے مطابق طرز عمل اختیار کیا جائے گا۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

## بقیہ اداریہ

"رشوت دینے اور لینے والے جہنمی ہیں ـــــ افسوس ہے کہ اس قوم نے جہنم کی آگ کے مقابلے میں رشوت کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ اور اسے اپنی فوز و فلاح کا زینہ بنا رکھا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہم اپنے عوام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس آگ سے بچیں جو مستقل عذاب کا ذریعہ ہے۔ دنیا کے معمولی فائدے کے لئے آخرت کا مستقل عذاب نہ خریدیں۔ رشوت دینے کے بجائے اپنی ضروریات میں تخفیف کریں اور حکومت کو بھی چاہیئے کہ وہ افسروں کے دلوں میں خوف خدا پیدا نہیں کر سکتی تو احتساب کی تلوار ان کے سروں پر لٹکائیں۔ جب تک ان پر فوری سزا کا ۴

۴ خوف طاری نہیں ہوتا وہ احساس ذمہ داری سے عاری ہی رہیں گے۔ اور جب تک ذمہ داری کا احساس سربراہوں میں پیدا نہیں ہوگا

وفاقی شرعی عدالت میں پیش کردہ بیان

حافظ صلاح الدین یوسف ۔ مشیر وفاقی شرعی عدالت ۔ پاکستان

# موجودہ گھوڑ دوڑ پر پابندی، وقت کا ضروری تقاضا اور شریعت کا عین مطلوب ہے

گذشتہ سال ریس کورس کلب والوں کی طرف سے وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں یہ رٹ دائر کی گئی تھی کہ حکومت کی طرف سے گھوڑ دوڑ پر موجودہ پابندی شرعی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ اس لئے اس پابندی کو ختم کیا جائے۔ بدقسمتی سے بعض دیوبندی علماء نے بھی ریس کورس کلب والوں کی نہ صرف تائید کی بلکہ انہیں "شرعی دلائل" بھی مہیا کئے۔
شرعی عدالت نے اس کیس کی سماعت گذشتہ سال مارچ ۱۹۸۵ء کو لاہور میں کی۔ اور اپنے فیصلے کا اعلان جنوری ۱۹۸۶ء میں کیا۔ جس کا خلاصہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ گذشتہ "الاعتصام" میں بھی وہ پچھلے ہفتے چھپ گیا ہے۔ الحمد للہ فاضل عدالت کا فیصلہ بالکل صحیح اور دلائل شرعیہ کے مطابق ہے۔ راقم نے اس سلسلے میں جو بیان فاضل عدالت کے فل بنچ کے رُوبرو دیا تھا۔ وہ حسب ذیل ہے (ص ۔ ی)

وفاقی شرعی عدالت میں گھوڑ دوڑ کی پابندی کے خلاف جو رٹ دائر کی گئی ہے، اس سلسلے میں فاضل عدالت نے مسئلے کی تنقیح و تفصیل کے لئے ملک کے ممتاز علمائے کرام اور وُکلائے ذی احترام سے ذیل کے تین سوال کئے ہیں۔

۱۔ کیا گھوڑ دوڑ پر شرطیں لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا اس کے بعد رائج تھیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا آج کے دور میں یہ شرطیں جائز قرار دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

۲۔ کیا گھوڑوں کی نسل افزائی اور تربیت کی ضرورت اب بھی ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر گھوڑ دوڑ پر موجودہ شرطیں لگانا جائز نہیں ہے، تو کیا سرے سے گھوڑ دوڑ کو بند کیا جائے یا کسی طرح سے اس کی اصلاح ممکن ہے یا نہیں؟

## پہلے سوال کا جواب

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بلاشبہ گھوڑ دوڑ پر شرط لگانے کا ثبوت ملتا ہے لیکن اوّلاً یہ شرط ایک طرف سے ہوتی تھی جو انعام کی ایک شکل تھی۔ دوطرفہ شرط کا ثبوت نہیں جو جوئے کی شکل ہے۔ ثانیاً اس کا مقصد گھوڑے پالنے اور ان کی دیکھ بھال اور تربیت کرنے کے رجحان کی حوصلہ افزائی تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں جنگی نقطۂ نظر سے گھوڑے کی بڑی اہمیت تھی۔ چنانچہ اس کے لئے عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اُمورِ ذیل ملحوظ رکھے گئے۔

ایک تو جہاد کے لئے گھوڑے پالنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی۔ جیسا کہ کتبِ احادیث میں یہ روایات فضائل موجود ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر شریعت پٹیشن میں بھی کیا گیا ہے۔
دوسرے نمبر پہ اُس مجاہد (رضا کار فوجی) کو جو میدانِ جنگ میں اپنے گھوڑے سمیت شریک ہوتا تھا۔ مالِ غنیمت میں سے تین حصّے دیئے جاتے تھے۔ ایک اس کا اپنا حصّہ اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لئے۔ اس کے برعکس جو مجاہد بغیر گھوڑے

کے شریک ہوتا تھا، اس کو صرف ایک حصہ ملتا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔

عن ابن عمر انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم جعل للفرس سھمین ولصاحبہ سھما (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۰۱۔ باب سہام الفرس)

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے اور اس کے مالک کا ایک حصہ مقرر فرمایا۔"

تیسرے نمبر پہ گھوڑ دوڑ کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اس کی حوصلہ افزائی فرمائی تاکہ جنگ کے لئے عمدہ سے عمدہ گھوڑے فراہم ہوسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسابقت (مقابلہ بازی) صرف ان چند چیزوں تک محدود رکھی گئی جو جنگی ضروریات کے لئے ناگزیر تھیں۔ تیر اندازی، اس زمانے میں جنگ کے لئے ناگزیر چیز تھی، اس کا مقابلہ و مسابقہ جائز رکھا۔ اونٹ اور گھوڑے ضروری چیزیں تھیں۔ ان کا مقابلہ و مسابقہ جائز رکھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

لا سبق الا فی خفّ او حافر او نصل (سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد۔ باب فی السبق۔ جامع ترمذی، باب الرہان والسبق، واخرجہ ایضا النسائی وابن ماجہ والامام احمد فی مسندہ)

خفّ (کھر) سے مراد اونٹ ہیں اور حافر (سُم) سے مراد گھوڑے اور نصل سے مراد تیر۔ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ ایسا مقابلہ، جس میں یک طرفہ انعام اور شرط ہو۔ صرف تیر اندازی، گھوڑ دوڑ اور اونٹ دوڑ میں جائز ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور چیز میں مقابلہ بازی جائز نہیں۔ البتہ فقہائے محدثین نے ذوات خفّ (کھر والے جانوروں) میں اونٹ کے علاوہ ہاتھی کو اور ذوات حوافر (سُم والے جانوروں) میں گھوڑے کے ساتھ گدھے اور خچر کو بھی شامل کیا ہے، کیونکہ یہ جانور بھی گھوڑوں اور اونٹوں والے کاموں میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں پیادہ دوڑ میں بھی مسابقہ جائز ہے۔ جس کی صراحت بعض احادیث میں موجود ہے۔ نیز اس سے قوتِ بدنی بھی حاصل ہوتی ہے جو اسلامی جہاد کے لئے مطلوب ہے۔ تاہم اس حدیث کی رُو سے بٹیر بازی، مرغ بازی، کبوتر بازی اور کتوں وغیرہ کے مقابلے ممنوع اور ناجائز قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ ان جانوروں کا جنگ میں کوئی کام نہیں۔ صرف اُن تین چیزوں میں مقابلہ و مسابقہ جائز ہے جو جنگ میں کام آتی ہیں۔ اور ان میں مسابقے اور مقابلے کے جواز کا مقصد صرف یہی ہے کہ لوگوں میں ان کی رغبت برقرار رہے اور ذوق و شوق سے لوگ ان کا اہتمام کرتے رہیں تاکہ جنگ کے موقعے پر یہ چیزیں آسانی اور فراوانی سے مل سکیں۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ دورِ رسالت اور اس کے مابعد اَدوار میں بلاشبہ گھوڑے رکھنے اور پالنے کا عام رواج رہا ہے اور گھوڑ دوڑ کا جواز بھی مسلّم چلا آرہا ہے۔ لیکن اب قابل غور بات یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں جب کہ جنگی ضروریات یکسر بدل گئی ہیں، کیا گھوڑے کو اب بھی وہی اہمیت حاصل ہے جو اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اسے حاصل رہی ہے؟ یا اب اس کی ضرورت اور اہمیت محدود سی ہوگئی ہے؟

راقم کے خیال میں تو اب انفرادی طور پر گھوڑے پالنے اور رکھنے کی کوئی خاص اہمیت و ضرورت ہی باقی نہیں رہی ہے اس لئے اب اس کی حوصلہ افزائی کے لئے مسابقہ و مقابلہ کی افادیت بھی محلِّ نظر قرار پاتی ہے۔ تاہم محدود دائرے میں اس کی کچھ افادیت ہو تو درج ذیل صورتوں میں اس کا جواز موجود ہے۔

شرط دو طرفہ نہ ہو، یک طرفہ ہو۔ یعنی ایک شخص کہے کہ اگر دوڑ میں تمہارا گھوڑا میرے گھوڑے سے آگے نکل گیا تو میں تمہیں ایک ہزار روپیہ دوں گا۔ بصورت دیگر کچھ نہیں۔ اسی طرح بادشاہ، حاکم یا کوئی ذی اثر شخص بھی سابق کے لئے اس طرح کا انعام مقرر کر سکتا ہے۔ یہ شرط جائز ہے۔ اور یہ گھوڑ دوڑ بھی جائز ہے۔ کیونکہ

یہ ایک طرف سے شرط بطور انعام کے ہے، جس کا اگر وہ مستحق قرار پایا تو حاصل کرے گا، نہیں تو فریق ثانی کو کچھ دینا نہیں پڑے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں گھوڑ دوڑ اسی ایک طرف سے شرط بمعنی انعام کے ساتھ ہوتی تھی۔

اس کے علاوہ ایک اور صورت حدیث میں یہ آتی ہے کہ آپس میں دو مقابلہ کرنے والوں کے درمیان ایک تیسرا شخص اس مقابلے میں شریک ہو جائے۔ پہلے دونوں شخصوں میں سے ہر ایک نے سابق کے لئے انعام طے کیا ہوا ہے۔ جب کہ تیسرے نے کوئی انعام نہیں رکھا ہے۔ تاہم اگر یہ تیسرا شخص آگے نکل جائے گا تو دونوں رقموں کا مستحق قرار پائے گا اور اگر یہ پیچھے رہ گیا تو اس کے ذمے کچھ نہیں۔ البتہ پہلے دونوں شخصوں کا ایک طے شدہ انعام دونوں میں سے سابق کو مل جائے گا۔ حدیث میں اس تیسرے شخص کو محلل کہا گیا ہے۔ یعنی اس انعام کو حلال اور جائز کرنے والا جو عام صورتوں میں تو حلال نہیں بجز اس ادخالِ فرس کی صورت کے۔ لیکن اس تیسرے فارس کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کا گھوڑا دوسرے دونوں گھوڑوں کے مساوی ہو۔ اس کے آگے بڑھ جانے اور پیچھے رہ جانے کے مساوی امکان ہوں۔

محدثین نے اس حدیث کو بابٌ فی المحلل میں ذکر کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ یعنی وَھُوَ لَا یُؤْمِنُ اَنْ یُّسْبَقَ فَلَیْسَ بقمارٍ ومن اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ وَقَدْ اُمِنَ اَنْ یُّسْبَقَ فھو قمارٌ
(سنن ابو داؤد۔ باب فی المحلل)

"جس شخص نے دو گھوڑوں کے درمیان گھوڑا داخل کیا اور داخل کرنے والے شخص کو یہ یقین نہ ہو کہ اس کا گھوڑا ہی آگے بڑھے گا، تو یہ جوا نہیں ہے۔ اور اگر کسی ایسے شخص نے دو گھوڑوں کے درمیان گھوڑا داخل کیا جس کو یہ یقین ہے کہ اسی کا گھوڑا آگے بڑھے گا، پیچھے نہیں رہے گا تو یہ جوا ہے"۔[1]

---

[1] حافظ ابن القیمؒ نے اپنی کتاب "الفروسیۃ" میں اس روایت کی سند پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت سفیان بن حسین امام زہری سے بیان کرتا ہے اسی طرح کی ایک روایت سعید بن بشیر بھی امام زہریؒ سے روایت کرتا ہے اور سفیان بن حسین اور سعید بن بشیر دونوں ضعیف ہیں۔ اس لئے زیادہ بہتر بات یہی ہے کہ اسے سعید بن مسیّب کا قول مانا جائے۔ لیکن ابن القیمؒ کی اس رائے پر مصری فاضل اور محقق احمد محمد شاکر مرحوم نے تعاقب کیا ہے اور اسے صحیح قرار نہیں دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

لیس ھذا التعلیل بسدید فان سفیان بن حسین الواسطی ثقۃ لا یدفع عن الصدق وانما اخذوا علیہ خطأہ فی بعض حدیثہ عن الزھری قال ابن معین "ثقۃ فی غیر الزھری لا یدفع وحدیثہ عن الزھری لیس بذاک انما سمع منہ بالموسم" واما البخاری فانہ ترجمہ فی الکبیر ج ۲ ق ۲ ص ۹۰ فلم یذکر فیہ جرحا اصلاً فھو عندہ ثقۃ۔ وسعید بن بشیر الازدی وصفہ شعبۃ بالصدق ووصفہ ابن عُیَیْنہ بالحفظ ووثقہ بعض الائمۃ ومن تکلم فیہ فانما تکلم فی حفظہ او فی رأیہ بأنہ کان قدریًا۔ والبخاری ترجمۃ فی الکبیر ج ۲ ق ۱ ص ۴۶۱ فلم یجرحہ الّا بانھم "یتکلمون فی حفظہ" ولم ینقل فیہ غیر ذلک فی کتاب الضعفاء ایضًا ص ۱۵۔ فھذان راویان صدوقان ثقتان فی حفظھما شئ اتفقا علی روایۃ واحدۃ فیھا زیادۃ علی ما روی غیرھما وتابع کل منھما صاحبہ علی ما زاد، فزیادتھما مقبولۃ لارتفاع شبھۃ الخطأ من سوء الحفظ وھذا شئ واضح لا یکاد یکابر فیہ احدٌ (مختصر سنن ابی داؤد۔ للحافظ المنذریؒ ج ۳، ص ۴۰۲۔ باب فی المحلل)

حدیث کے ان الفاظ سے مُحَلِّل کے لئے گویا یہ ضروری ٹھہرا کہ اس کا گھوڑا فریقین کے گھوڑوں کے مساوی ہو، یعنی اس کے آگے بڑھنے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوری یا عیب کی وجہ سے اس کا پیچھے رہنا عادۃً یقینی ہو یا زیادہ قوی اور چست ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھ جانا یقینی ہو۔ اس کی اور بھی تفصیلات ہیں۔ جو شروحِ حدیث اور کتبِ فقہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ یہاں مقصود صرف اُن چند صورتوں کے جواز کی وضاحت ہے جو شرعاً ثابت ہیں۔

## حل طلب مسئلہ موجودہ دَور کی گھوڑ دوڑ ہے

اس تفصیل کے بعد یہ سوال حل طلب رہ جاتا ہے کہ آج کے دَور میں یہ شرطیں جائز قرار دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ لیکن ظاہر بات ہے کہ آج کے دَور میں یہ شرطیں جائز قرار دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ لیکن ظاہر بات ہے کہ جن شرطوں کے ساتھ گھوڑ دوڑ کا جواز احادیثِ صحیحہ اور تعاملِ خیر القرون سے ثابت ہے، ان کا جواز ہر دَور میں شک و شبہ سے بالا ہے۔ ان میں کسی قسم کی بحث کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اصل سوال یہ ہونا چاہیئے، جس پر بحث و غور کی ضرورت ہے کہ موجودہ دَور کی گھوڑ دوڑ آیا انہی شرطوں کے ساتھ ہوتی ہے یا اس میں کچھ دیگر شرطیں بھی پائی جاتی ہیں؟ اور اگر دیگر شرطیں پائی جاتی ہیں تو اس کے جواز کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے، جیسا کہ پہلے بھی راقم نے اشارہ کیا ہے کہ اب حالات و ظروف بدل گئے ہیں جو حیثیت پہلے گھوڑوں کو حاصل تھی اب وہ حیثیت ٹینکوں، جنگی طیاروں اور توپوں وغیرہ کو حاصل ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب گھوڑے پالنا مجاہدین کا شیوہ نہیں رہا ہے بلکہ یہ بالعموم ان لوگوں کا شغل ہے جو ہمارے معاشرے کے بگڑے ہوئے رئیس ہیں۔ یہ جنگی ضروریات کے لئے گھوڑے پالنے کا شوق نہیں فرماتے بلکہ پشتینی رئیس کہلانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ یہ گویا ان کے رئیسانہ چونچلوں میں سے ایک چونچلا ہے۔ یا پھر جن نو دولتیوں کو جُوا بازی کی لت ہے، وہ اس میں دلچسپی لیتے ہیں۔ اور آج ریس کورس کی ساری رونق اسی طبقے کی شوقِ قمار بازی کی رہین منت ہے۔

اس طبقے کو گھوڑے کے اس کردار سے کوئی دلچسپی نہیں، جس کی فضیلت احادیث میں وارد ہے بلکہ یہ ان فضیلتوں کے حوالے سے اپنے گھوڑ دوڑ کے موجودہ شوق کا جواز مہیا کرنا چاہتا ہے، جس کا کوئی تعلق اسلامی جہاد یا اس کی تیاریوں سے نہیں ہے ذرا غور کیا جائے، ان میں جہاد کا کوئی جذبہ یا داعیہ ہے؟ ان کا کردار کسی مسلمان مجاہد کا کردار ہے؟ ان کی سیرتوں میں مسلمان مجاہدین کی سیرتوں کا کوئی عکس ملتا ہے؟ ان کے فکر و ذہن کے سانچے اسلامی ہیں؟ ان کی اکثریت کو دیکھتے ہوئے ہر بات کا جواب نفی ہی میں ملے گا۔ چنانچہ یہی ایک بات موجودہ دَور کی گھوڑ دوڑ کی اصل حیثیت واضح کردینے کے لئے کافی ہونی چاہیئے۔

۲۔ جہاں تک شرطوں کا تعلق ہے۔ اگرچہ رِٹ میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ موجودہ گھوڑ دوڑ انہی شرطوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ جن کا ذکر احادیث میں آتا ہے، لیکن راقم کے خیال میں یہ دعویٰ سخت محلِ نظر ہے۔ راقم کو اگرچہ بذاتِ خود کبھی ریس کورس جانے اور ریسوں کو دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے ریس کی موجودہ شرطوں، صورتوں اور دیگر تفصیلات سے پوری آگاہی نہیں۔ تاہم واقفِ حال اور باخبر لوگوں کے بیانات اخبارات میں شائع شدہ موجود ہیں۔ اُن بیانات کی روشنی میں رِٹ گزار کے اس موقف کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا کہ موجودہ ریس اسلامی شرطوں کے مطابق ہی ہوتی ہیں۔ اُن بیانات سے تو صاف واضح ہے کہ ریس کورس ایک اعلیٰ درجے کی قمار گاہ ہے۔ جہاں وسیع پیمانے پر جُوا بازی کی جاتی ہے (چنانچہ اس سلسلے میں "نوائے وقت" میں شائع شدہ مشاہدات کا ذکر ضروری ہے)[1]

[1] یہ اخباری تراشے بطور ضمیمہ مضمون کے ساتھ عدالت میں پیش کردیئے گئے تھے۔

اس لئے راقم کے خیال میں اس گھوڑ دوڑ کو باقی رکھنا، جس کا اہتمام آج کل ریس کورسوں میں کیا جاتا ہے۔ جوئے بازی کا دروازہ کھلا رکھنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ یہ گھوڑ دوڑ اس یک طرفہ شرط کے ساتھ نہیں ہوتی جس کا ثبوت عہدِ رسالت وعہدِ صحابہؓ میں ملتا ہے۔ بلکہ یہ ایک بڑا پُر پیچ طریقِ کار ہے جو نفع وضرر کے درمیان دائر رہتا ہے۔ اور اسی چیز کا نام قِمار اور مَیسِر ہے جس سے بچنے کی قرآنِ کریم نے بڑی تاکید کی ہے[1]

اگر اس گھوڑ دوڑ میں کچھ مصلحت بھی ہو تب بھی ایک فتنے (قمار) کا دروازہ بند کرنے کے لئے اس پر پابندی زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ فقہائے اسلام نے ایک شرعی اصول اور ضابطہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ جلبِ مصالح کے مقابلے میں مفاسد کا ٹالنا زیادہ بہتر ہے چنانچہ مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن نُجَیم (المتوفّٰی ۹۷۰ھ) صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں۔ دَرْءُ المفاسدِ اولیٰ من جلبِ المصالح فاذا تعارضت مفسدۃ ومصلحۃ تدم دفع المفسدۃ غالبًا لِاَنّ اعتناء الشرع بالمنهيّات اشد من اعتنائه بالمأمورات ولذا قال علیه السلام إِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَيْءٍ فَاْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَيْتُکُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ (الاشباه والنظائر، ص ۹۰ طبع بیروت لبنان) ایضاً الاشباہ والنظائر للسیوطی۔ المتوفی ۹۱۱ھ ص ۸۷، طبع مصر ۱۹۵۹ء)

یعنی "مفاسد کا دور کرنا مصالح کے حصول سے بہتر ہے۔ پس جب کبھی بگاڑ (مفسدہ) اور مصلحت کے درمیان تعارض ہے پیدا ہو جائے تو اکثر و بیشتر دفعِ مفسدہ کو مقدم رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ شریعت نے مامورات کے مقابلے میں منہیات (کے انسداد پر) زیادہ زور دیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے" جب میں تمہیں کسی چیز کے کرنے کا حکم دوں تو حسب استطاعت اسے بجالاؤ۔ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے رک جاؤ"[2]

---

[1] ہمارے دور کے ایک باخبر محقق اور مفسّر علامہ رشید رضا مصری بھی موجودہ گھوڑ دوڑ کی بابت لکھتے ہیں لاخلاف بین الفقهاء فی ان کل قمار محرم الا ما اباح الشرع من الرهان فی السباق والرماية ترغيبا فيهما للاستعداد للجهاد ولیس منها سباق الخیل المعروف فی عصرنا فانه من شر القمار الذی ترجع جمیع انواعه الی کونها من اکل اموال الناس بالباطل (تفسیر "المنار" ج ۲ ص ۳۲۵) فقہاء کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر قسم کا جوا حرام ہے۔ البتہ شریعت نے گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی میں جو انعام رکھا ہے وہ جائز ہے کیونکہ اس سے مقصد جہاد کے لئے تیاری میں شوق و رغبت کا پیدا کرنا ہے اس میں وہ گھوڑ دوڑ قطعاً نہیں آتی جو ہمارے زمانے میں اریس کورسوں میں) معروف ہے کیونکہ وہ بدترین قمار ہے اس کی تمام شکلیں اور قسمیں لوگوں کے مالوں کو ناجائز طریقے سے ہڑپ کرنے کا ذریعہ ہے۔"

[2] حنبلی فقیہ علامہ علاؤ الدین مرداوی (المتوفی ۸۸۵ھ) جائز اور ناجائز کھیلوں کی بحث کے ضمن میں ابن تیمیہؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں قال الشیخ تقی الدین ایضا کل فعل افضی الی محرم کثیر حرمه الشارع اذا لم یکن فیه مصلحة راجحة لانه یکون سببا للشر والفساد وقال ایضا ما الهی وشغل عما امر الله به فهو منهی عنه وان لم یحرم جنسه کبیع وتجارة ونحوها (الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف - ج ۶ ص ۹۰ طبع بیروت ۱۹۵۷ء) امام ابن تیمیہؒ کی یہ عبارت ان کی کتاب "الاختیارات العلمیة" (صفحہ ۹۴) میں موجود ہے۔ امام صاحب نے یہ اصول خاص طور پر کتاب السبق میں بیان کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ ہر وہ کھیل جس سے مقصد جہاد کے لئے قوت وطاقت کا حصول ہو وہ جائز ہیں اور جو اس کے برعکس ہوں وہ حرام اور ناجائز ہیں چنانچہ مذکورہ اصول کے مابعد لکھتے ہیں واما سائر ما یتلهی به البطالون من انواع اللهو وسائر ضروب اللعب مما لا یستعان به فی حق شرعی فکله حرام .... والصراع والسبق بالاقدام ونحوهما طاعة اذا قصد به نصر الاسلام واخذ السبق علیه

اخذ بالحق فالمغالبة الجائزة تحل بالعوض اذا كانت مما ينتفع به ..

علاوہ ازیں سدِّ ذرائع کا اصول بھی یہاں لاگو ہوتا ہے کہ جب کوئی جائز اور مستحب کام مُفضی الی الحرام ہو تو حرام سے لوگوں کو بچانے کے لئے اُس جائز اور مستحب کام پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔ جس طرح حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اُس درخت کو کٹوا دیا تھا جس کے نیچے صحابہ کرامؓ نے بیعتِ رضوان کی تھی۔ کیونکہ ان کے علم میں یہ بات آئی تھی کہ لوگ ذوق و شوق کے ساتھ اُس درخت کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، انہیں اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں آگے چل کر یہ زیارت کسی فتنے کا باعث نہ بن جائے۔ (ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ امر بقطع الشجرۃ التی بویع تحتہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان الناس کانوا یذہبون الیہا فخاف عمر رضی اللہ عنہ الفتنۃ علیہم (الباعث علی انکار البدع والحوادث للامام شہاب الدین المعروف بابی شامۃ المتوفی ۶۶۵ھ ص ۳۴ - طبع مصر)

بہرحال مذکورہ تفصیلات، مشاہدات اور اصول کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ موجودہ گھوڑ دوڑ کا کوئی تعلق اُس گھوڑ دوڑ سے نہیں ہے۔ جس کی اسلام میں اجازت ہے بلکہ موجودہ حالات میں یہ قماربازی کا بہت بڑا اڈہ ہے۔ اس لئے اس پر پابندی اسلامی مملکت کے سربراہ کی ایک اہم ذمہ داری اور اس کا سدِّباب نہایت ضروری ہے۔

شریعت پٹیشن میں موجودہ گھوڑ دوڑ کے جواز میں ایک دلیل یہ بھی دی گئی ہے کہ اس کاروبار سے ہزاروں افراد متعلق ہیں، پابندی کی صورت میں ان کی بیروزگاری کا اندیشہ ہے لیکن یہ خطرہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اس طرح تو بہت سے کاروبار ایسے ہیں جو صریحاً ناجائز و حرام ہیں لیکن اسلامی مملکت میں اس اندیشے کے پیش نظر کہ اس سے بہت سے لوگوں کا روزگار وابستہ ہے اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

## دوسرے سوال کا جواب

اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ اگر موجودہ گھوڑ دوڑ پر پابندی لگا دی جاتی ہے تو پھر گھوڑوں کی نسل افزائی اور تربیت کے لئے کیا اہتمام کیا جائے؟ چنانچہ فاضل عدالت نے بھی دوسرا نکتہ یہ اٹھایا ہے کہ:

گھوڑوں کی نسل افزائی اور تربیت کی ضرورت اب بھی ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اگرچہ اب جنگی ضرورت کے لئے گھوڑے کی اہمیت ختم ہو گئی ہے۔ تاہم اس کی ضرورت و اہمیت اگر ہے تو اس کی نسل افزائی اور تربیت کے لئے دیگر صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں۔ جیسے گھوڑی پال مربع اسکیم ہے۔ جو انگریزی دور سے چلی آ رہی ہے۔ اسی طرح حکومت کی طرف سے جاکی کلب قائم ہیں: جن میں گھوڑوں کو سدھایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں انفرادی طور پر بھی بہت سے شوقین حضرات گھوڑا پالتے اور ان کو سدھاتے ہیں، حسبِ ضرورت و اقتضاء ان صورتوں میں اضافہ کر کے افزائش نسل اور ان کی تربیت کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اس وقت بھی یہ اہتمام موجود ہے۔ گھوڑ دوڑ، افزائش نسل اور ان کی تربیت کا واحد ذریعہ نہیں ہے کہ اس پر پابندی سے گھوڑوں کی نسل کے معدوم ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو جائے۔

گھوڑوں کی بابت جو احادیث آتی ہیں، ان میں تین قسم کے گھوڑے بیان کئے گئے ہیں۔

الخیل ثلاثۃ فرسٌ للرحمٰن و فرسٌ للانسان و فرسٌ للشیطان فاما فرس الرحمٰن فالذی یرتبط فی سبیل اللہ فعلفہ و روثہ و بولہ و ذکر ماشاء اللہ و اما فرس الشیطان فالذی یقامر و یراھن علیہ و اما فرس الانسان فالفرس یرتبطہ الانسان یلتمس بطنہا فھی ستر نفقر۔ رواہ احمد (نیل الاوطار)

ج - ۸، ص ۲۴۱ - ۲۴۳ طبع منیریۃ، مصر)

اور کتاب الزکوٰۃ میں یہ روایت ان الفاظ سے آتی ہے۔

الخیل ثلاثۃ ھی لرجلٍ اجرٌ ولرجلٍ سترٌ و لرجلٍ وزرٌ فاما التی ھی لہ اجرٌ فالرجل یتخذھا فی سبیل اللہ ویعدّھا لہ فلا تغیب شیئاً فی بطونھا الا کتب اللہ لہ اجراً ولو رعاھا فی مرجٍ فما اکلت من شیٍٔ الا کتب اللہ لہ بھا اجراً ولو سقاھا من نھرٍ کان لہ بکل قطرۃ تغیبھا فی بطونھا اجرٌ حتی ذکر الاجر فی ابوالھا وارواثھا ولو استنّت شرفا او شرفین کتب لہ بکل خطوۃ یخطوھا اجرٌ واما الذی ھی لہ سترٌ فالرجل یتخذھا تکرّماً وتجملاً ولا ینسیٰ حقّ ظھورھا وبطونھا فی عسرھا ویسرھا واما التی ھی علیہ وزرٌ فالذی یتخذھا اشراً وبطراً وبذخاً ورئاءَ الناس فذلک الذی ھی علیہ وزرٌ - الحدیث - رواہ احمد ومسلم -

(نیل الاوطار - کتاب الزکوٰۃ - ج ۸، ص ۱۳۷)

صحیح بخاری میں بھی یہ روایت متعدد مقامات پر آتی ہے۔ دیکھئے۔ کتاب المساقات - باب شرب الناس وسقی الدواب من الانہار - کتاب الجہاد - باب الخیل لثلاثۃ - کتاب المناقب والتفسیر والاعتصام باب الاحکام التی تعرف بالدلائل وکیف معنی الدلالۃ۔

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ گھوڑے کی ایک قسم تو وہ ہے جس کو صرف جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے پالا جائے یہ تو نہایت اجر وثواب کا کام ہے۔ حتیٰ کہ اس کے بول وبراز کا بھی مالک کو اجر ملے گا۔ دوسری قسم میں وہ گھوڑے آتے ہیں جو انسانی حاجات و ضروریات کے لیے رکھے جاتے ہیں، اس کے رکھنے میں بچند شروط کوئی مضائقہ نہیں۔ تیسری قسم گھوڑے کی وہ ہے جس کو اپنی شان امارت اور بڑائی کے اظہار کے لیے پالا جائے یا قمار بازی کے لیے۔ حدیث میں اس تیسری قسم کے گھوڑوں کے پالنے اور رکھنے کو وِزْر سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا مقصد اخروی عذاب ہے، اسی لیے اس کو فرسٌ للشیطان بھی کہا گیا ہے۔

گھوڑ دوڑ میں حصہ لینے والے گھوڑے کس قسم میں داخل ہیں؟ اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ راقم کی ناقص رائے میں یہ گھوڑے اوّل الذکر دو قسموں میں تو بہر حال نہیں آتے۔ یہ تیسری قسم میں ہی شامل ہونے چاہئیں۔ بنابریں گھوڑ دوڑ پر پابندی سے گھوڑوں کی اس افزائش نسل کے رجحان پر کوئی ضرب نہیں پڑے گی۔ جو اسلام میں جائز ہے۔ البتہ اس رجحان کی ضرور حوصلہ شکنی ہوگی جس کو اسلام میں پہلے ہی ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

## تیسرے سوال کا جواب

تیسرا سوال فاضل عدالت نے یہ کیا ہے۔

اگر گھوڑ دوڑ پر موجودہ شرطیں لگانا جائز نہیں ہے تو کیا سرے سے گھوڑ دوڑ کو بند کیا جائے یا کسی طرح سے اس کی اصلاح ممکن ہے یا نہیں؟

یہ تو بالتفصیل واضح ہو چکا ہے کہ گھوڑ دوڑ کی موجودہ شرطیں اس یک طرفہ انعام سے مختلف ہے جو اسلام میں جائز ہے۔ لہٰذا موجودہ گھوڑ دوڑ کا بند کیا جانا نہایت ضروری ہے۔

رہا مسئلہ اس کی اصلاح کر کے اس کے جواز کا۔ تو اس کی گنجائش تو موجود ہے، لیکن حیلہ جو طبعیتیں صرف جائز صورتوں تک محدود نہیں رہیں گی۔ موجودہ گھوڑ دوڑ کے ساتھ قمار بازی ایک جزو لاینفک کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اس لئے سدِّ ذرائع کے طور پر موجودہ گھوڑ دوڑ پر پابندی وقت کا ایک ضروری تقاضا اور شریعت کا عین مطلوب ہے، اس میں کسی قسم کی لچک روا نہیں رکھی جانی چاہیئے۔

# تحریمِ حلال کا مظنّہ[1]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سدًّا للذریعہ گھوڑ دوڑ پر پابندی کا حکم

تحریم حلال کا پہلو اپنے اندر رکھتا ہے اور کسی حلال کو حرام یا کسی حرام کو حلال کرنے کا اختیار تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل نہیں تھا، چہ جائیکہ کسی حاکم اسلام کو یہ حق حاصل ہو۔

یہ بات تو بلاشبہ صحیح ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے بہت سے احکام سدّ ذرائع پر مبنی ہیں۔ بلکہ حافظ ابن القیم کے بقول دین کے ایک چوتھائی احکام ایسے ہیں (ملاحظہ ہو اعلام الموقعین ج ۳۔ ص ۲۰۵۔ بہ تحقیق عبدالرحمن الوکیل) اس اعتبار سے یہ دین کی ایک اہم اصل ہے اس لئے کسی حرام سے عام لوگوں کو بچانے کے لئے کسی حاکم کا اس کو استعمال کرنا اپنے اندر تحریم حلال کا مظنّہ نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کی حیثیت ایک احتیاطی تدبیر اور احکام کی ہے۔ ایسے موقعے پر یہ کہنا کہ ایک حلال کام کو حرام کر دیا گیا ہے، صحیح نہیں۔ کیونکہ ایسا واقعۃً نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ایک مثال پیش کر دینی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

غیر اللہ کو سجدہ کرنا اسلام میں حرام اور شرک ہے۔ حتیٰ کہ سجدۂ تعظیمی کی بھی اجازت کسی بھی مسلکِ فکر میں نہیں۔ لیکن بدقسمتی سے شریعت سے ناواقف بہت سے عوام بعض مرجع انام مقبروں پر جاتے ہیں اور وہاں سجدۂ تعظیمی بجا لاتے ہیں۔ اگر کوئی حاکم اسلام عوام کو اس گمراہی سے بچانے کے لئے اس قسم کے مخصوص مقبروں پر بطور سدِّ ذرائع جانے پر پابندی عائد کر دے تو یہ نہ صرف جائز، مستحسن بلکہ ایک اہم فرض کی ادائیگی سمجھا جائے گا۔ یہاں یہ کہنا صحیح نہیں ہو گا کہ اس حاکم نے اس پابندی کے ذریعے سے زیارتِ قبور کے حکم کو حرام کر دیا ہے کیونکہ اس پابندی کا تعلق ایک مخصوص صورتِ حال سے ہے۔ جس کا کوئی تعلق زیارتِ قبور کے عام حکم سے نہیں۔ وہ چند مخصوص جگہوں پر پابندی کے باوجود امرِ مشروع رہے گا۔

اسی طرح مخصوص پس منظر اور مخصوص ماحول کے پیشِ نظر چند مخصوص جگہوں پر ایک حرام (قمار) سے عوام کو بچانے کے لئے گھوڑ دوڑ پر پابندی عائد کرنے کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ گھوڑ دوڑ کو مطلقاً حرام کر دیا گیا ہے۔ اس پابندی کی حیثیت محض ایک احتیاطی تدبیر اور اقدام کی ہے۔ اس سے نہ کسی حلال کام کو حرام کیا گیا ہے نہ اس کا کوئی خطرہ ہی ہے۔ گھوڑ دوڑ جائز صورتوں کے ساتھ اس پابندی کے باوجود بھی جاری ہے، جاری رہے گی اور جاری رہنی بھی چاہیئے۔ تاہم گھوڑ دوڑ کے نام پر ریس کورسوں میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ سراسر قمار بازی ہے اس لئے ریس کورسوں میں گھوڑ دوڑ کی اجازت اس وقت تک نہیں ہونی چاہیئے، جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس عنوان سے اب یہاں جوا بازی نہیں ہو گی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ابتدائے اسلام میں چار قسم کے برتنوں کے استعمال سے مسلمانوں کو روک دیا گیا تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الایمان، ص ۱۳) کیونکہ ان کا استعمال عام شراب نوشی کے لئے ہوتا تھا۔ لیکن پھر بعد میں اُن برتنوں کے استعمال کی بھی اجازت دے دی گئی۔ یا جیسے ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو زیارتِ قبور سے بھی منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن جب مسلمان توحید میں پختہ ہو گئے۔ اور معاشرہ ان مشرکانہ عقائد و توہمات سے پاک ہو گیا جو زمانۂ جاہلیت میں عبادتِ اوثان و اصنام کی وجہ سے عام تھے۔ تو پھر زیارتِ قبور کی اجازت دے دی گئی۔ یا جیسے ابتدائے اسلام میں جب کہ غربت و ناداری زیادہ تھی، مسلمانوں کو قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کر کے رکھنے کو ممنوع کر دیا گیا تھا۔ تاکہ نادار مسلمانوں

---

[1] یہ حصہ بطور خاص جناب اے کے بروہی، جو پٹیشنر درخواست گزار کے وکیل تھے اور جن کی معاونت دیوبندی علماء، علامہ خالد محمود، مولانا عبدالرحمن صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ وغیرہ کر رہے تھے، کی اس دلیل کے جواب میں کہ گھوڑ دوڑ پر پابندی سے ایک حلال کام حرام قرار پا جائے گا فوری طور پر اضافہ کر کے اپنے بیان میں راقم نے شامل کیا تھا۔

میں گوشت زیادہ سے زیادہ تقسیم ہو۔ لیکن بعد میں صورتِ حال جب اس سے مختلف ہوگئی تو تین دن سے زیادہ رکھنے کی بھی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ حضرت بریدہؓ راوی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَأَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيذِ إِلَّا فِي سِقَاءٍ فَاشْرَبُوا فِي الْأَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا ( بحوالہ مشکوٰۃ ۔ باب زیارۃ القبور ۔ ص ۱۵۴)

ترجمہ: "میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا۔ لیکن اب کیا کرو ۔ میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا، اب تمہیں حسبِ ضرورت اس کو روک رکھنے کی اجازت ہے۔ میں نے تمہیں نبیذ کی بابت حکم دیا تھا کہ وہ صرف (سقاء) مشک میں پیا کرو لیکن اب وہ تم ہر قسم کے برتن میں پی سکتے ہو۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ نشہ آور چیز کا استعمال نہ ہو"

سدِّ ذرائع کا یہی وہ اصول ہے کہ جس کی بناء پر زیارتِ قبور کی اجازت کے باوجود فقہاء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہوا کہ اس اجازت میں عورتیں بھی شامل ہیں یا نہیں ۔ حالانکہ یہ الفاظ عام ہیں جن میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں اور بعض فقہاء نے انہی عمومِ الفاظ کی بناء پر کہا ہے کہ زیارتِ قبور کی یہ اجازت مرد و عورت دونوں کے لئے ہے جبکہ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ چونکہ عورت فطرۃً کمزور ہے، اس سے صبر و ضبط کی بجائے جزع فزع اور ماتم و بُکا کا زیادہ احتمال ہے۔ اس لئے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی پابندی ہمیشہ قائم رہے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت صرف مردوں کے لئے ہوگی ۔ چنانچہ صاحب مشکوٰۃ حدیث لعن زَوَّارَاتِ القبور درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔ قد رأى بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان يرخص النبى صلى الله عليه وسلم فى زيارة القبور فلما رخص دخل فى رخصته الرجال والنساء وقال بعضهم انما كره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهن وكثرة جزعهن (مشکوٰۃ ص ۱۵۴) یعنی "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر جو لعنت فرمائی ہے تو یہ اس وقت فرمائی تھی جب آپؐ نے زیارتِ قبور کی رخصت نہیں دی تھی۔ لیکن جب آپؐ نے یہ رخصت مرحمت فرما دی تو اس رخصت میں مرد اور عورت دونوں شامل ہو گئے ۔ اور بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کو اس لئے مکروہ سمجھا گیا ہے، کہ ان میں صبر کا مادہ کم اور جزع فزع کا جذبہ زیادہ ہے۔"

گویا ان اہلِ علم کے نزدیک زیارتِ قبور کی کراہت کا حکم عورتوں کے لئے اب بھی باقی ہے۔ اور بعض علماء نے تطبیق کی یہ صورت بیان کی ہے کہ جو عورتیں سمجھدار، احکامِ شرعیہ سے واقف اور حوصلہ مند ہوں وہ تو مردوں کے ساتھ زیارتِ قبور میں شامل سمجھی جائیں اور اس کی کراہت صرف اُن عورتوں کے لئے ہے جن میں صبر و ضبط کی کمی ہو اور ان سے خطرہ ہو کہ وہ قبرستان میں جاکر احکامِ شرعیہ کی رعایت کو ملحوظ نہ رکھ سکیں گی ۔

جمع و تطبیق کی یہ صورت سب سے بہتر ہے تاہم اس میں بھی اصل روح سدِّ ذرائع ہی کی کارفرما ہے اور اسی لئے یہاں یہ تفصیل بیان بھی کی گئی ہے۔ هذا ما عندى والله اعلم بالصواب۔

## ضمیمہ جات

مذکورہ بیان کے ساتھ راقم نے جو اخباری تراشے عدالت میں پیش کئے تھے ۔ "الاعتصام" کے صفحات اُن کی اشاعت کے متحمل نہیں، اس لئے ذیل میں صرف اخبار کا نام اور تاریخ درج کر دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ اخباری بیانات بھی ریکارڈ میں آجائیں۔

(۱) [illegible] لاہور ۲۰-۱-۸۵ ۔ مضمون کا عنوان تھا ۔

لاہور ریس کلب میں اسلامی گھوڑ دوڑ کے عنوان پر قمار بازی کا مذموم
کاروبار ہو رہا ہے۔

(۲) "نوائے وقت" لاہور ۲۷-۱-۸۵ مضمون کا عنوان۔
قانون نافذ کرنے والے ادارے کہاں ہیں؟ از عبدالحفیظ ملک

(۳) "نوائے وقت" لاہور ۳-۲-۸۵ عنوان ۔۔
لاہور ریس کلب، اسلامی گھوڑ دوڑ کا مرکز یا جوئے کا غیر قانونی اڈہ۔
دھاندلی کے ہتھکنڈے پہلی بار بے نقاب۔ از چوہدری محمد اسلم۔

(۴) "نوائے وقت" لاہور ۱۰-۲-۸۵۔ عنوان ۔ لاہور
ریس کلب میں، جوئے کا کاروبار کب تک جاری رہے گا؟ از میم الف

ان اخباری بیانات کے ساتھ مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم
کا بھی ایک تائیدی بیان راقم نے پیش کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

## مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم کی تائید

ان مشاہدات کی تائید مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم کے ایک
بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اسی ضمن میں ایک سوال کا جواب
دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"آج کل ایک اہم مسئلہ ریس (گھوڑ دوڑ) کا ہے جس میں
ابتلاء عام ہے۔ شریعت اسلام کے عادلانہ اور معتدلانہ نظام میں نہ
ہر کھیل سے مطلقاً روکا گیا ہے اور نہ اس کو غیر محدود وسعت دی گئی
ہے۔ بلکہ جن کھیلوں کے ذریعے قوت جہاد اور قوت بدنی پیدا ہوتی
ہے، ان کو نہ صرف جائز بلکہ مستحسن قرار دیا گیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس کے استحسان کو ثابت فرمایا۔ آپ
نے خود گھوڑ دوڑ کرائی۔ پیادہ دوڑ پر انعام دیا۔ تیر اندازی اور پیراکی
سیکھنے کی ہدایت فرمائی۔ حبشیوں کی نیزہ بازی کی مشق کو خود کھڑے
ہو کر معائنہ فرمایا۔ اور صدیقہ عائشہؓ کو دکھلایا وغیرہ۔ اس کے مقابل
ایسے کھیل جن میں کوئی دینی دنیاوی فائدہ نہیں یا جن میں انفرادی یا
اجتماعی مضرتیں ہیں، ان کو سختی سے منع فرمایا۔ انہیں مُضر صورتوں
میں وہ کھیل ہیں جن میں قمار (جوا) ہو۔

گھوڑ دوڑ جیسا کہ اوپر معلوم ہوا ایک مفید کھیل ہے۔ او
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و عملاً اس کی اجازت دی
اور اس میں بازی لے جانے والے کے لئے مشروط انعام و معا
کی بھی خاص شرائط کے ساتھ اجازت دی ہے لیکن افسوس ہے ک
آج کل اپنے گھر کے جواہرات چھوڑ کر دوسروں کے دروازوں پر
دریوزہ گری کو مایۂ ناز سمجھنے لگے اور صورت و سیرت تمدن و معا
سب میں غیروں کی نقالی ہی میں فخر محسوس کرنے لگے۔ یہاں تک ک
عام کھیلوں میں بھی غیروں کی نقالی ہی رہ گئی۔ اس نقالی میں کوئی دو
مضرت نہ ہوتی جب بھی ایک غیرت مند قوم کے لئے نازیبا تھ
خصوصاً جب کہ غیر مسلموں نے قمار جیسی حرام چیزوں کو ان میں شامل
کر دیا تو مسلمان پر لازم ہو گیا کہ ان سے یکسر اجتناب کرے۔

ہماری گھوڑ دوڑ بھی اسی مشق ستم کا نشانہ بن گئی۔ جو ج
اسباب جہاد میں داخل اور ذریعۂ عبادت تھی، وہ اب محض ایک
قمار اور لہو ولعب بن کر رہ گئی" (احکام القمار، صفحہ ۱۵ جواہر الفق
ج ۲، ص ۳۵۲-۳۵۳)

اس کے بعد گھوڑ دوڑ کی جائز صورتیں لکھ کر حسب ذیل
ناجائز صورتیں بیان کی ہیں۔

"گھوڑ دوڑ وغیرہ کی بازی محض کھیل تماشا یا روپے کی طمع
کے لئے ہو اور استعداد قوت جہاد کی نیت نہ ہو (شامی)

۲۔ معاوضہ یا انعام کی شرط فریقین میں دو طرفہ ہو اور کسی
تیسرے کو اپنے ساتھ بتفصیل مذکورہ بالا نہ ملایا جائے تو یہ قمار
حرام ہے (بدائع۔ شامی۔ عالمگیری)

۳۔ ریس کی مروجہ شکل کہ دوڑ کسی کمپنی کی طرف سے ہو
ہے۔ گھوڑے کمپنی کی ملک اور سوار اس کمپنی کے ملازم اور دو
لوگ گھوڑوں کے نمبر پر اپنا داؤ لگاتے ہیں۔ جس کی فیس ان کو ا
کرنا ہوتی ہے۔ جس نمبر کا گھوڑا آگے بڑھ جائے اس پر داؤ لگ

(باقی ص ۲۳ پر)

ملک عبدالرشید عراقی (سوہدرہ)

# علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانیؒ

- جن کی ذات پر علم کو فخر اور عمل کو ناز تھا
- تدریس جن کے دم سے زندہ تھی
- اساتذہ جن پر نازاں تھے۔
- تلامذہ آپ کی شاگردی اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔

علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانیؒ کی ذات علمائے اہل حدیث میں محتاج تعارف نہیں، آپ ایک بلند پایہ عالم، محقق، محدث، مؤرخ، فقیہ اور جامع معقول و منقول تھے۔ حدیث پر طائرانہ اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے۔ قدرت کی طرف سے بڑے اچھے دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر، دردمند دل اور سلجھا ہوا دماغ پایا تھا۔ حافظہ بلا کا تھا۔

مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دام مجدہٗ لکھتے ہیں کہ "میرے استادِ حدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ (م ۱۳۶۱ھ) شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء جو حضرت شیخ صاحب کے شاگرد تھے۔ فرماتے تھے کہ فتح الباری (جس کی ۱۳ ضخیم جلدیں ہیں) اور ایک مقدمہ علیحدہ جلد ہے) شیخ صاحبؒ کو تقریباً حفظ تھی[1]

علامہ حسین بن محسن بن محمد الخزرجی ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۵ھ میں یمن کے قصبہ حدیدہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۳ سال کی عمر کو پہنچے تو مراوعۃ بستی چلے گئے۔ سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد شیخ السید حسن بن عبدالباری سے تعلیم حاصل کی۔ اور اُن کی خدمت میں ۸ سال تک رہے۔ اور اس ۸ سالہ دَور میں آپ نے تفسیر، حدیث، نحو اور فقہ جیسے علوم میں استفادہ کیا۔ اور ان سے سند اور روایت کی اجازت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے بڑے بھائی علامہ قاضی محمد بن محسن انصاری سے صحیح بخاری اول سے آخر تک بحث اور تحقیق سے پڑھی۔ اس کے علاوہ حدیث، فقہ اور فرائض کے علوم میں بھی اکتسابِ فیض کیا اور اس کے بعد آپ کو روایت کی عام اجازت مل گئی۔ اس کے بعد آپ نے بندر الحدیدہ میں علامہ احمد بن محمد بن علی شوکانی سے ملاقات کی۔ انہوں نے آپ کو تمام مرویات اور مسموعات کی اجازت دی۔ علامہ شوکانی سے اکتسابِ فیض کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اور علامہ شریف بن محمد بن ناصر الحازمی کی خدمت میں چند سال رہ کر ان سے کتبِ صحاح ستہ بحث و تحقیق کے ساتھ مسند دارمی اور شمائل ترمذی پڑھ کر عام اجازت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ بستی "زبید" تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے علامہ نفیس الدین سلیمان بن محمد بن عبدالرحمٰن بن سلیمان بن یحییٰ بن عمر مقبول مفتی زبید سے تعلیم حاصل کی اور ان سے اجازت حاصل کی۔

تکمیل تعلیم کے بعد یمن کے ایک شہر کے قاضی مقرر ہوئے۔ مگر چار سال بعد عہدۂ قضاء سے مستعفی ہو کر یمن کو خیرباد کہا۔ اور ہندوستان کی ریاست بھوپال تشریف لے آئے۔ اس وقت نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ سربراہ سلطنت تھیں۔ اور نظام حکومت حضرت والاجاہ محی السنہ مولانا السید نواب صدیق حسن خان قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) کے سپرد تھا۔ حضرت شیخ نے بھوپال میں قدم رنجہ فرماتے ہی درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ آپ کے درس حدیث کی شہرت برصغیر میں ہوئی۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سے علمائے کرام نے پروانہ وار ہجوم کیا اور حدیث میں تکمیل کی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:-

"شیخ حسین بن محسن انصاری کا وجود اور ان کا درس حدیث

---

[1] حیات عبدالحی طبع دہلی۔ ص ۶۳۔

ایک نعمتِ خداوندی تھا جس سے ہندوستان اس وقت بلادِ مغرب ویمن کا ہمسر بنا ہوا تھا۔ اور اس نے ان جلیل القدر شیوخِ حدیث کی یاد تازہ کردی تھی، جو اپنے خداداد حافظہ، علوئے سند اور کتب حدیث و رجال پر عبورِ کامل کی بناء پر خود ایک زندہ کتب خانہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ شیخ حسین بیک واسطہ علامہ محمد بن علی شوکانی صاحب نیل الاوطار کے شاگرد تھے۔ ان کی سند حدیث بہت عالی اور قلیل الوسائط سمجھی جاتی تھی، یمن کے جلیل القدر اساتذہ حدیث کے تلمذ و صحبت، غیر معمولی حافظہ جو اہل عرب کی خصوصیت چلی آرہی ہے، سالہا سال تک درس و تدریس کے مشغلے اور طویل مزاولت اور ان یمنی خصوصیات کی بناء پر جن کی ایمان و حکمت کی شہادت احادیثِ صحیحہ میں موجود ہے۔ حدیث کا فن گویا ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔ اور اس کے دفتر ان کے سینہ میں سما گئے تھے۔ وہ ہندوستان آئے تو علماء فضلاء ان میں بہت سے صاحبِ درس و صاحبِ تصنیف بھی تھے، انہوں نے پروانہ وار ہجوم کیا اور فنِ حدیث کی تکمیل کی اور ان سے سند لی۔

"تلامذہ نواب سید صدیق حسن خانؒ، مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ، مولانا شمس الحق ڈیانویؒ، مولانا عبداللہ غازی پوریؒ۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، مولانا سلامت اللہ جے راجپوریؒ، نواب وقار نواز جنگ مولانا وحید الزماں حیدر آبادی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔"[1]

درس و تدریس اور حدیث کی نشر و اشاعت میں علامہ حسین بن محسن یمانی کی سعی و کاوش تاریخ اہلِ حدیث کا ایک حصہ ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :۔

"شیخ حسین کے قیام نے بھوپال کو دارالحدیث اور شیراز و یمن کا ہمسر بنا دیا۔ تقریباً ثلث صدی سے زائد موتی مسجد جو اس

[1] حیات عبدالحی۔ ص ۲۳-۲۴ - طبع دہلی

چھوٹے سے شہر میں جامع ازہر سے آنکھیں ملاتی تھی۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا سے گونجتی رہی، اور نہ صرف بھوپال بلکہ ہندوستان کی فضاء کو اس نغمۂ عنبریں سے معطّر و منور کرتی رہی۔"[1]

علوم شوکانی کی اشاعت اور اس کی ترقی و ترویج میں علامہ شیخ حسین بن محسن کی سعی و کاوش قابلِ داد ہے گو آپ شافعی مسلک کے تھے۔ مگر علوم شوکانی کی اشاعت اور اس کی ترقی و ترویج میں آپ نے گراں بہا خدمات سرانجام دیں۔

ممتاز اہلِ حدیث عالم اور محقق حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف دام مجدہٗ رقمطراز ہیں۔

"شیخ حسین بن محسن انصاری (م ۱۳۲۷ھ) بھوپال آئے اور نواب صاحب اور شیخ حسین کی مساعی سے ہندوستان میں علامہ شوکانی کی تصانیف اور ان کے مضامین کی اشاعت ہوئی۔ جس سے برصغیر کی علمی دنیا اس وقت مستفیض ہو رہی ہے"[2]

حضرت علامہ حسین بن محسن ایک کریم النفس اور شریف الطبع

[1] پرانے چراغ، ص ۲۱۱ - جلد اول

[2] امام شوکانی - ص - ۵۴ -

امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) کا علمی تبحر اور ان کی جلالتِ قدر مسلّم ہے۔ تفسیر قرآن میں ان کی تفسیر فتح القدیر اور فقہ الحدیث میں نیل الاوطار علمی دنیا کے لئے سرمایہ صد افتخار ہیں۔ مولانا عبیداللہ سندھی حنفی (م ۱۳۶۳ھ) علامہ شوکانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ انصاف پسند اور مجتہد کامل تھے (ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۲۹) حضرت نواب صاحب علامہ شوکانی کے بارے میں فرماتے ہیں "شوکانی با آنکہ رتبہ اجتہاد داشت در کتب مؤلفہ خود ہیچ جا از دائرہ مذاہب اربعہ بیرون نرفتہ الا ماشاء اللہ تعالیٰ، دراں خلافے جماعت از سلف و اکابر اہلحدیث ہمراہ اوست (اتحاف النبلاء ص ۴۱۲) یعنی "امام شوکانی مجتہد ہونے کے باوجود عام طور پر مذاہب اربعہ سے باہر نہیں جاتے تھے لیکن جہاں مخالفت کی ہے وہاں دلائل کی بناء پر کی ہے پھر وہ ان مسائل میں تنہا و منفرد نہیں ہیں (عراقی)

انسان تھے ۔ کریمانہ اخلاق اور ستودہ صفات کے حامل تھے ، مجسمۂ اخلاق ، احد درجہ پاک باطن اور نیک طینت تھے ۔ ان کے عقیدتمندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا ۔

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ کو بھوپال میں انتقال کیا ۔ اور بھوپال ہی کی زمین میں آسودۂ خاک ہوئے ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع درجاتہ ۔

## علامہ حسین بن محسن انصاری حضرت نواب صدیق حسن خانؒ کی نظر میں

علامہ حسین بن محسن انصاری کے علمی تبحر اور ان کے علم وفضل کے بارے میں مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں ۔

والشیخ حسین بن محسن شیخنا فی العلوم الحدیثیۃ اخذت علیہ اکثر الامہات الست وغیرھا واجازنی بہا اجازۃ عامۃ تامۃ مکتوبۃ فی سلسلۃ العسجد ۔ وھو الغنیمۃ الکبریٰ للطالبین والنعمۃ العظمیٰ للراحلین کان فیما مضی قاضیا فی الیمن ونزیل فی الحال فی بوفال یدرس ویفیدلہ علم نافع وفکرۃ صحیحۃ وھمۃ فی اشاعۃ الحدیث رفیعۃ [1]

یعنی "شیخ حسین بن محسن انصاری علوم حدیث میں ہمارے اُستاد ہیں ۔ میں نے ان سے صحاح ستہ اور دوسری کتابیں پڑھی ہیں ، اور انہوں نے مجھے اس کی مکمل اجازت بھی عطا فرمائی ہے ۔ وہ طلباء کے لئے بہت بڑی غنیمت اور راحلین کے لئے عظیم نعمت تھے ۔ ماضی میں وہ یمن کے قاضی رہے اور بھوپال میں دُرس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے ۔ جہاں انہیں علم نافع ، صحیح فکر اور اشاعتِ حدیث کی ہمت حاصل ہوئی "

[1] ابجد العلوم ۔ ص ۸۸۶ ۔

## علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی کی نظر میں

علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) کا شمار ممتاز علمائے اہل حدیث میں ہوتا ہے ۔ آپ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے ، صاحب تصانیفِ کثیرہ تھے ۔ علم حدیث پر گہری نظر تھی ۔ سنن ابوداؤد کی آپ نے دو شرحیں لکھیں ۔ ایک غایۃ المقصود ، ۳۲ جلدوں میں اور دوسری عون المعبود ۴ جلدوں میں ۔

علامہ شمس الحق ڈیانوی حضرت علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

وجدتہ جامعًا بین العلم والعمل شیخا عزیز الوجود عظیم الشان رفیع القدر بحرًا زخارًا لاساحل لہ ، محدثا محققا موضحا لمعانی کتاب اللہ سلطان اھل الحدیث مطلعًا علی علل الاحادیث والرجال ماھرًا فی علم اصول الحدیث واللغۃ قال ولہ تعلیقات شتی علی سنن ابی داؤد وغیرہ من کتب الحدیث ولہ رسائل کثیرۃ وکلھا مفیدۃ نافعۃ مملوۃ من مباحث علم الحدیث منھا القول الحسن المتیمن فی ندب المصافحۃ بالید الیمنیٰ وان الذی اظھرھا اھل الیمن ومنھا رسالۃ فی تحقیق حدیث لاصلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وغیر ذلک والرسالۃ الاولیٰ مطبوع وطبع من تصانیفہ البیان المکمل فی الشاذ والمعلل والتحفۃ المرضیۃ فی

حل بعض مشکلات الحدیثیۃ والجزء الاول من فتاواہ وکلھا تدل علی براعتہ فی علوم الحدیث ولہ تلامذۃ کثیرون فی العرب والھند و استجاز من اکثر علماء بلادنا شیخی ؎

"میں نے علم اور عمل کا جامع پایا ہے۔ شیخ قوی وجود، عظیم الشان اور بلند مرتبے کے حامل ایسے سمندر تھے، جس کا کوئی ساحل نہ ہو۔ آپ محدث، محقق اور کتاب اللہ کے معانی کی وضاحت کرنے والے، سلطان اہل حدیث۔ علل حدیث اور رجال حدیث کے عالم، علم اصول حدیث اور لغت کے ماہر تھے۔ سنن ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث پر ان کی تعلیقات ہیں اور بہت سے مفید رسائل علم حدیث کے مباحث پر لکھے ہیں۔ مثلاً "القول الحسن المتین فی ندب المصافحۃ بالید الیمنیٰ"

اور ـ

"رسالہ فی تحقیق حدیث لاصلوٰۃ بعد العصر حتیٰ تغرب الشمس"

پہلا رسالہ مطبوعہ ہے۔ اسی طرح ان کی طبع شدہ کتب میں "البیان المکمل فی الشاذ والمعلل" —— اور —— "التحفۃ المرضیۃ فی حل بعض مشکلات الحدیثیۃ" ـ اور ـ ان کے فتاویٰ کی پہلی جلد۔

یہ تمام تصانیف علوم حدیث میں آپ کی مہارت اور علمی تبحر پر شاہد ہیں۔ اور ان کے بہت سے شاگرد، عرب اور ہندوستان میں ہیں۔ اور بہت سے ہندوستانی علمائے کرام نے آپ سے اجازت حاصل کی اور وہ میرے بھی استاد ہیں۔

**اولاد** آپ کے صاحبزادہ شیخ محمد عرب تھے۔ شیخ محمد عرب فن عروض و قوافی، معانی و بیان اور فنون عربیت میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ عربی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ایک عرصہ تک ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عربی ادب کے استاد رہے۔ ۱۳۴۳ھ میں انتقال کیا۔ اور ان کے صاحبزادہ شیخ خلیل بن محمد عرب تھے

علامہ خلیل بن محمد عرب نے اپنے والد اور مولانا قاضی محمد مچھلی شہری (م ۱۳۳۸ھ) سے تعلیم حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ اور ڈھاکہ میں پڑھاتے رہے۔ بعد میں لکھنؤ یونیورسٹی میں پڑھاتے رہے۔ اور دس سال تک اس عہدہ پر متمکن رہنے کے بعد صحت کی خرابی کی بناء پر مستعفی ہو گئے۔ آپ سے برصغیر کے بہت سے جید علمائے کرام نے استفادہ کیا۔ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء کو آپ کا کراچی میں انتقال ہوا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

---

؎ غایۃ المقصود ـ ج ۱ ـ ص ۱۷ ـ

---

## بقیہ: گھوڑ دوڑ

والے کو انعامی رقم مل جاتی ہے باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے ـــ

"یہ صورت مطلقاً قمار حرام ہے اول تو اس ریس کو قوت جہاد پیدا کرنے سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ بازی لگانے والے نہ گھوڑے رکھتے ہیں نہ سواری کی مشق سے ان کو کچھ کام ہے۔ ثانیاً جو صورت سادہ رکھی گئی ہے کہ ایک شق پر داؤ لگانے والے کو انعامی رقم ملتی ہے اور دوسری شق میں اس کو اپنی دی ہوئی فیس سے دست بردار ہونا پڑتا ہے یہ عین قمار ہے جو بہ نص قرآن حرام ہے۔" (جواہر الفقہ، ج ۲ ـ ص ۳۵۶)

---

# اطلاعات و اعلانات

## صدقہ جاریہ

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اسی کے بھروسے پر جامع مسجد نجم اہل حدیث رجسٹرڈ اور مدرسہ نجم الہدیٰ رجسٹرڈ احاطہ تھانیدار عزیز روڈ لاہور کی توسیع کے لئے مسجد ہذا کے ساتھ ہی ۲۲ مرلے رقبے کے مکان کا سودا پانچ لاکھ دس ہزار روپے میں طے کر کے مخیر حضرات کے تعاون سے تین لاکھ روپے ادا کر دیئے ہیں۔ ماہ جنوری ۱۹۸۶ء میں دو لاکھ دس ہزار روپے کی ادائیگی پر رجسٹری کروانے کا معاہدہ ہے۔ اہل ثروت اور مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ تعاون فرما کر صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔ (ابوبکر صدیق السلفی ناظم مدرسہ نجم الہدیٰ و خطیب جامع مسجد نجم الحدیث (رجسٹرڈ) احاطہ تھانیدار عزیز روڈ۔ لاہور)

## وفیات

۱۔ ہمارے خاندان کے بزرگ میاں احمد دین فتح گڑھی قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم خاندانی اہل حدیث تھے۔ ان کی طبیعت میں بردباری، سادگی، اور عبادت کا شوق بہت تھا۔ بیماری اور کمزوری کے باوجود نماز مسجد میں ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ قارئین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری لغزشوں سے صرف نظر کر کے ان کو آخرت میں سرخرو فرمائے (جمیل احمد ڈار۔ کامونکی)

۲۔ جماعتی حلقوں میں یہ خبر حزن وملال سے سُنی جائے گی کہ صوفی احمد دین خطیب منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات کے برادر نسبتی جوانی کے عالم میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ادارہ الاعتصام صوفی صاحب کے اس غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل سے سرفراز فرمائے (آمین)

## اعلان المسلم ڈائری

اللہ تعالیٰ کے فضل سے قلیل مدت میں مقبول ہونے والی منفرد المسلم ڈائری ۱۹۸۶ء دل کش رنگوں میں ہر بڑے مکتبہ اور مدرسہ سے خریدیں۔ علمی سوالات ۵۰۰ روپے انعامات، اب دس فروری کے بجائے ۲۵ فروری تک جوابات بھجوا کر حاصل کریں۔ بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتہ:- (۱) المسلم ڈائری سبحانی اکیڈمی، اردو بازار، لاہور (۲) ناظم مدرسہ دار السلام کلیال وادی سون ضلع خوشاب۔

## خطیب کے ضرورت مند متوجہ ہوں

اگر کسی اہل حدیث مسجد میں بلا معاوضہ خطیب مطلوب ہو تو ذیل کے پتہ پر رابطہ پیدا کریں۔ صرف خطبہ جمعہ ہوگا۔ (معرفت ڈھاکہ پان ہاؤس چوک پونڈاں والا گوجرانوالہ)

## ضرورت خطیب و مدرس
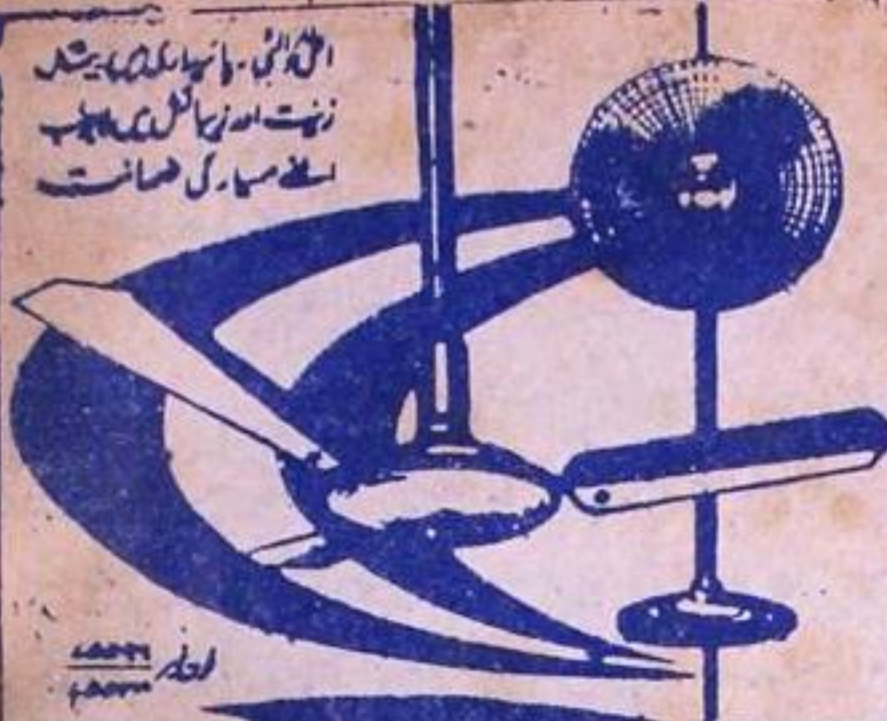
ضلع رحیم یار خاں کے دو اہم مقامات کے لئے دو ایسے حضرات کی ضرورت ہے کہ جو خطبہ جمعہ، جماعت پنجگانہ اور بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم بھی دے سکیں۔ مستند مخلص متشرع تجربہ کار مستقل مزاج اور شادی شدہ حضرات رجوع فرمائیں۔ معقول تنخواہ اور رہائشی مکان کا خاطر خواہ انتظام ہوگا۔ مکمل کوائف سے بذریعہ ڈاک مطلع فرمائیں۔ از خود تشریف لانے والے حضرات اپنے کرایہ خرچہ کے خود ذمہ دار ہوں گے (قاری عبدالوکیل صدیقی خطیب و مہتمم جامعہ محمدیہ اہلحدیث خانپور ضلع رحیم یار خان)

## دینی مدرسہ میں داخلہ

دارالحدیث رحمانیہ سرگودھا میں ابتدائی کتب پڑھنے کے شائقین جلد از جلد داخلہ لیں۔ مدرس اور قیام وطعام کا بہترین انتظام ہے۔ (ناظم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ جامع اہلحدیث بلاک نمبر ۱۹ سرگودھا)

PHONE 54406 WEEKLY AL-AITISAM LAHORE R.L.N. 5523

طابع: چوہدری عبدالباقی نسیم • مطبع: اوسنی پرنٹرز، لاہور • ناشر: محمد عطاء اللہ حنیف • مقام اشاعت: شیش محل روڈ، لاہور